جہالت ہمیں کب تک سنگسار کرتی رہے گی؟

تحریر: سہیل احمد لون

مادرِ جمہوریت برطانیہ کا شمار دنیا کے ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں پر آزادی رائے پر پابندی نہیں۔ یہاں مختلف کیمونٹی آباد ہیں جنہیں مذہبی، ثقافتی اور سیاسی آزادی ہے۔ یہاں صرف ادبی شخصیات، فنکار یا کھلاڑی ہی اپنی قسمت آزمانے نہیں آتے بلکہ قائد تحریک الطاف حسین سمیت دیگر کئی ممتاز سیاسی اور مذہبی شخصیات بھی آباد ہیں۔ صرف چندہ اکٹھا کرنے کے لیے چیرٹی ڈنرز، ثقافتی میلے، ادبی محفلیں، ناچ گانوں کے پروگرام، فلموں کے پریمیئرز اور ایوارڈز کی تقریبات ہی منعقد نہیں ہوتیں بلکہ سیاسی شطرنج کے نامور کھلاڑی بھی اکثر حکومت بنانے یا حکومت گرانے کے لیے صلاح مشورے کے لیے اکھٹے ہوتے ہیں۔ حالیہ دنوں تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان، عوامی تحریک کے سربراہ علامہ ڈاکٹر طاہرالقادری، مسلم لیگ (ق) کے چوہدری برادران بمعہ مونس الٰہی برطانیہ تشریف لائے۔ عوامی مسلم لیگ کے سربراہ شیخ رشید بھی شامل ہوتے مگر ان کی پارٹی کے پاس ابھی فنڈز کی اتنی بہتات نہیں کہ وہ اپنی ان پٹ دینے کے لیے برطانیہ تک پرواز کرسکیں۔ اس گٹھ جوڑ میں قائد تحریک الطاف حسین بھی مناسب موقع دیکھ کر شامل ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ صرف اچھے موقع کی تلاش میں ہوتے ہیں۔ وہ اُس وقت ہی ٹیم کا حصہ بنتے ہیں جب ان کو پلینگ الیون میں کھیلنے کا موقع دیا جائے۔ وہ بارہواں کھلاڑی بن کر بھی ٹیم میں شامل ہونا پسند نہیں کرتے۔ برطانیہ میں پاکستانی سیاستدانوں کا گٹھ جوڑ پاکستانی میڈیا میں تو بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے مگر یہاں لوکل میڈیا کے لیے اتنی اہمیت نہیں رکھتا کہ اسے اپنی خبروں میں جگہ دیں۔

مغربی میڈیا میں جب بھی پاکستان کے حوالے سے خبر نشر یا شائع ہوتی ہے تو یہ پاکستانیوں کیلئے کوئی نیک شگون نہیں ہوتا اور اِس خبر کی منفیت کا سامنا پاکستانیوں کو کرنا ہوتا ہے۔ پاکستان میں ٹارگٹ کلنگ، دہشت گردی کے واقعات، غیرت کے نام پر قتل جیسے واقعات تو ایک معمول کی بات بن چکی ہے جس کا ذکر مغربی میڈیا میں روزانہ نہیں کیا جاسکتا مگر کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جو مغرب سمیت دیگر ممالک کے میڈیا کی توجہ کا باعث بنتے ہیں۔ محبت ایک الٰہی جذبہ ہے جس سے انسان اور حیوان سب سرشار ہیں۔ لفظ انسان پر غور کیا جائے تو اس کے پہلے تین حروف ا ن س ہیں، یعنی ''انس'' ہے جس کے مطلب محبت اور پیار کے ہیں۔ انسان سے اگر انسیت نکال دی جائے تو اس میں انسانیت نہیں رہتی۔ انس یا محبت کسی چیز یا شخص سے بھی ہوسکتی ہے۔

محبت کا جذبہ جب دو مخالف جنسوں میں پیدا ہوجائے تو اس کا انجام اگر شادی پر ہوجائے تو اس جذبے کے تقدس کو غیرت کے خنجر سے ذبح کرنا کسی صورت بھی حلال نہیں۔ زندہ دلان لاہور کے ہائی کورٹ میں پسند کی شادی کرنے پر حاملہ فرزانہ پروین کو سنگسار کرنے والے اس کے اپنے ہی گھر والے تھے۔ جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے قانون وانصاف کے تقاضے پورے کرنے والی عمارت میں کھڑے خاموش تماشائی بنے رہے۔ اس خبر کو برطانیہ کے تقریباً تمام لیڈنگ نیشنل نیوز پیپرز نے فرنٹ پیج پر شائع کیا اور مقامی ریڈیو پر لائیو کال پر

لوگوں نے اس پر اپنی رائے بھی دی۔ یورپ، برطانیہ سمیت دیگر ترقی یافتہ مما لک میں ساؤتھ ایشین مما لک کے متعلق یہی تاثر پایا جاتا ہے کہ ان مما لک میں حقوق نسواں کو پامال کیا جاتا ہے، ان کے نزدیک یہاں مرد کی اجارہ دری ہے۔ حالیہ واقعہ سے ان کے موقف مزید تقویت ملے گی۔ جبری شادیوں کے متعلق برطانیہ کا حالیہ قانون غیرت کے نام پر لڑکیوں کے قتل بھی ایک وجہ ہے۔ اس واقعہ کی مذمت امریکہ نے اسی روز کر دی۔

پاکستانی نژاد امریکی ڈاکٹر مہدی علی قمر کے بہیمانہ قتل کا وقعہ بھی برطانوی اخبارات کی زینت بنا۔ واشنگٹن پوسٹ سمیت امریکہ کی دیگر اخبارات اور سی۔این۔این نے اس خبر کی خوب تشہیر کی۔ ڈاکٹر مہدی کا قصور یہ نہیں تھا کہ وہ پاکستان کے غریب عوام کے لیے فی سبیل اللہ کچھ روز کام کرنے امریکہ سے پاکستان آ گیا اس کا قصور یہ تھا کہ اُس کا تعلق ایک ایسے گروہ سے تھا جس کو ذوالفقار علی بھٹو کی پارلمینٹ پہلے ہی کافر قرار دے چکی ہے لیکن میں پھر سوچتا ہوں کہ بھٹو تو کافر نہیں تھا پھر اُسے کیوں قتل کیا گیا پس ثابت ہوا کہ پاکستان میں قتل ہونے کیلئے کافر یا مسلمان ہونا ضروری نہیں انسان ہونا ہی کافی ہے۔ ڈاکٹر مہدی دل کے امراض کے ماہر تھے جو پیشہ ورانہ مہارت کے ذریعے لوگوں کی جانیں بچانے پاکستان آئے مگر ان کی اپنی جان ہی ۔۔۔۔۔۔ پاکستان میں قتل وغارت ایک معمول کی بات بن چکی ہے۔ ان حالات میں کسی ایسے شخص کا قتل جس کا تعلق اقلیت سے ہو، قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس واقعہ کے تین روز بعد کراچی میں ڈاکٹر حسن علی قریشی بھی ٹارگٹ کلرز کے ظلم کا نشانے بنے۔ یہ فرقوں، مذہب اور مسلک کی بنا پر خون بہانے کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟ ہم ہر کام میں شارٹ کٹ کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ جنت کے حصول کے لیے بھی کسی ''کافر یا مرتد'' کو ''جہنم رسید'' کر کے خود ''جنت'' کا ٹکٹ لے لیتے ہیں۔ اگر واقعی ایسا کام جنت میں جانے کے لیے کیا جاتا ہے تو پھر مارنے والے کو خود پھانسی کا مطالبہ کرنا چاہیے اور قاضی کو اس خواہش نما مطالبے کا احترام بھی کرنا چاہیے۔

پاکستان میں ٹارگٹ کلنگ اور غیرت کے نام پر قتل ہونا ایک معمول کی بات ہے۔ مگر کیا وجہ ہے کہ مغربی میڈیا نے ان دونوں واقعات کو بڑی اہمیت دی؟ کچھ لوگوں کو یہ چیز ناگوار گزر رہی ہے کہ ہمارے ملکی معاملہ میں اقوام متحدہ اور دیگر مغربی مما لک کو اتنی دلچسپی کیوں ہے؟ کچھ لوگوں کو اس میں بھی ان کو سازش کی بو آ رہی ہے۔ ہمیں یہ چیز ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ڈاکٹر مہدی امریکی تھے۔ فرزانہ پروین کو اینٹیں مار مار کر جہاں ہلاک کیا گیا وہ جگہ لاہور ہائیکورٹ کہلاتی ہے جہاں لوگ انصاف لینے آتے ہیں مگر کسی کی سزا خود تجویز کر کے اس پر عمل درآمد نہیں کرتے۔ ایسے واقعات سے صرف ایک جان کا ضیاع ہی نہیں ہوتا بلکہ ملک کا نام بدنام ہوتا ہے۔ ایسے واقعات میں آج تک کبھی کسی مجرم کو سزا نہیں ہوئی، فتوؤں کی لیبارٹری سے ہر روز ایک نیا فتوی دریافت ہو جاتا ہے اور اُس پر عمل درآمد کرنے کیلئے ریاست نہیں جاہلت اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ اپنے اسی رویے کی وجہ سے آج دنیا میں سبز پاسپورٹ کی قدر اتنی گر گئی ہے کہ لوگ ہمیں بدتہذیب، دہشت گرد، انتہاپسند، اور گنوار تصور کرتے ہیں۔ یورپ نے زمانہ جاہلیت میں آپس میں لسانی اور مذہبی بنیادوں پر کافی خون بہایا مگر آخر ان کو یہ سمجھ آ گئی کہ اتفاق میں ہی برکت ہے۔ سب تفرقات بھول کر آج وہ دو درجن سے بھی زائد مما لک آپس میں یورپی یونین بنا کر امن وسکون سے رہ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے ایسے قانون بنا دیے جن سے (discrimination) امتیازی سلوک کا خاتمہ ممکن ہو سکے۔ مادر

جمہوریت برطانیہ میں اس وقت پارلیمنٹ ہاؤس میں بھی ہر نسل، رنگ، مذہب اور زبان کا بندہ مل سکتا ہے۔ترقی یافتہ مما لک کی ترقی کا سب سے اہم راز ہی یہ ہے کہ وہ ہر شخص کو میرٹ پر اس کا مقام دیتے ہیں۔ قابل شخص کی قدر کی جاتی ہے اور اس کی قابلیت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔فرقہ، مذہب اور مسلک انسان کا ذاتی مسئلہ ہوتا ہے۔ڈاکٹر عبدالسلام سے ہم نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا مگر اٹلی نے ان کی خدمات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ڈاکٹر عبدالقدیر کو بھی سیاست کی بھینٹ چڑھا دیا۔عوام کو بھی اب یہ بات سمجھ جانی چاہیے کہ کبھی فتوی دینے والے کا اپنا بچہ خودکش بمبار کیوں نہیں بنا؟فتوی دینے والے نے خود کسی کو مار کر جنت کی پرچی کیوں نہ حاصل کی؟ مساجد میں بچوں سے جنسی فعل کرنے والے کسی ملاء کو کبھی اینٹیں مار مار کر ہلاک کیوں نہیں کیا گیا؟اپنا علاج کروانے کے لیے خود تو کسی بھی مرتد، کافر، یہودی یا عیسائی کے پاس چلے جاتے ہیں مگر غریب عوام پر ہر چیز حرام کر دیتے ہیں۔ وطن عزیز میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی اور ناروا سلوک اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ آئیدہ چند برسوں میں ہمیں جھنڈے سے سفید رنگ نکالنا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے حسن سلوک سے متاثر ہو کر وہ براق کی رفتار سے ملک چھوڑ رہے ہیں۔اس وقت بھارت، تھائی لینڈ، چین، سری لنکا جیسے مما لک میں ہماری اقلیتوں کی با قاعدہ کالونی بن چکی ہیں۔ جب تک سیاست میں مذہب اور مذہب میں سیاست رہے گی ہم متحد نہیں ہو سکتے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

31-05-2014.